مطبوعات

اسلامی ریاست میں علاقائی حقوق کا تصور | از پروفیسر عبدالخالق شہریانی بلوچ

(چہار گانہ ایم اے)۔ ناشر: مکتبۂ اصلاح ملت کندھ کوٹ۔ لاہور میں ملنے کا پتہ: البدر پبلی کیشنز۔ راحت مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صاف ستھری جدید کمپیوٹرری طباعت، سفید کاغذ۔ دبیز آرٹ کارڈ کا رنگین سرورق۔ صفحات: ۱۲۸
قیمت: ۳۰/- روپے۔

پروفیسر عبدالخالق شہریانی بلوچ نے "ایک نئے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب" (ص۔۱۰) "۸ سالہ تحقیق و مطالعہ" (ص ۱۴) اور بہت سے علماء و مفکرین سے مشورے لے کر (ص ۴) پیش کی ہے۔ صوبوں کی تقسیم، اراضی، آبپاشی، ملازمتیں ایسے ہی مسائل پر جو انتشارِ فکر پایا جاتا ہے۔ اسے حل کرنے کے لیے پروفیسر صاحب نے قرآن، حدیث، قرونِ اُولیٰ کے تصورات اور صحابہ اور بعد کے اجتماعی نقطہ ہائے نظر سے استفادہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی ریاست میں نہ صرف علاقائی، بلکہ دائرۂ اسلام کے تحت جمع ہونے والی مختلف اقوام اور قبائل کے لیے واضح طور پر بعض استحقاقات معین کیے ہیں۔ اس سلسلے میں مسئلے کو ایک عالم و مفکر کے اس قول سے خوب نتھار دیا گیا ہے کہ "اس نظام میں قومی محبت کے لیے جگہ ہے۔ مگر قومی تعصب کے لیے جگہ نہیں۔ قومی خیر خواہی جائز ہے، مگر قومی خود غرضی حرام ہے۔" (ص ۳۰)

مجھے یہ کتاب اس لیے پسند آئی کہ اس کا مزاج انحراف پسندانہ نہیں، بلکہ محبت اسلام پر مبنی ہے۔ اس میں سطحی اور صحافیانہ انداز کے طعنے اور کوسنے، مذہبی عناصر کو دینے کے

فیشن سے اجتناب کر کے غیر جذباتی انداز میں صحیح اسلامی ماخذ کو سرمایۂ تحقیق بنایا گیا ہے اور متعدد ذمہ دار علما و مفکرینِ دین سے مشورہ لینے کے علاوہ ان کی کتابوں سے تائیدی دلائل جمع کیے گئے ہیں۔ جبھی تو مولانا احمد طاسین مدظلہ صدر مجلسِ علمی دکن نظریاتی کونسل یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ "میں بھی متفق ہوں" (ص ۱۰)۔ میں نے حوالے اور ان سے اخذ کردہ نتائج کو پڑھا مگر کہیں ہیر پھیر کے طریقِ بیان کی جھلک نہیں دیکھی۔

مقدمہ پڑھ کر یہ تشنگی محسوس ہوئی کہ فرزندِ زمین (SON OF THE SOIL) کے نظریۂ فاسد کی کوئی تجزیہ کاری نہیں کی گئی۔ یہ مغرب کے تصورِ وطن پرستی کا لازمی نتیجہ ہے کہ جو ایک ہی ملک کے کسی علاقے کی قدیمی نسل سے نہیں رہے اس کو وہاں رہنے کا حق نہیں۔ اس نظریے کے تحت بھارت کے کروڑوں مسلمان، روہنگیا مسلمان (اراکان برما) اور خود پاکستان کے بعض علاقوں میں پاکستانیوں کے لیے جگہ نہیں۔ دوسرا سوال یہ حل نہیں کیا گیا کہ مہاجرت کر کے آنے والے تہی دست لوگوں کے لیے ہمارے پاس کس سرزمین میں کیا مقام ہے؟ تیسرے یہ کہ اگر ایک صوبہ میں ناکارہ پڑی زمینوں کو اپنی مہارت و محنت سے دس سال لگا کر دوسرے صوبے کے لوگ باغ و بہار بنا دیتے ہیں تو ان کا بدلہ یہ نہیں کہ ان کو کلاشنکوف دکھا کر، قتل کی دھمکیاں دے کر، ان کی فصلوں کو اجاڑ کر، ان کے مویشیوں کو بھگا کر، ان کے سامان لوٹ کر اور ان کی بیٹیوں کو قبضے میں کر کے ان کو خالی ہاتھ دھکیل دیا جائے۔ وہ تو ویران زمین کو سونا اگلنے پر مجبور کرنے والے ماہرین تھے، جن کو بہت اچھا معاوضہ دے کر رخصت کیا جانا چاہیے تھا۔ اسی طرح یونیورسٹیوں میں جو استاد اور علما پڑھانے کے لیے باہر سے طلب کیے گئے۔ یا جن طلبہ کو داخلہ ملا، ان کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا گیا۔ یعنی ہر جگہ جرائم پیشہ لوگ قانون ہاتھ میں لے کر انسانیت کے تقاضوں کو پامال کرتے ہیں۔ اور یہ سب مسلم بھی کہلاتے ہیں۔

ہم پروفیسر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ سیاسی و معاشرتی و معاشی ماحول کو موجودہ گندی صورت میں برقرار رکھ کر اگر صرف اس ایک "علاقائی حقوق" کے

معاملے میں اسلامی استدلال جمع کر دیا جائے تو اس سے کیا حاصل ہوگا، جب کہ بالفاظ پروفیسر اسد اللہ بھٹو، باقی تمام معاملات میں لوگوں نے اور حکومت نے " اپنے آپ کو اسلام کے حوالے نہ کیا؟" اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ پورا ملک اور پوری ریاست اور قوم اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی کو اسلام کے حوالے کر کے وہ ماحول پیدا کرے جس کی تصویر آپ نے کتاب وسنت کے حوالوں اور قرونِ اولیٰ کی مثالوں اور علما کی تحقیقات سے کھینچی ہے۔ یہ بڑا کام اگر نہ ہو تو پھر آپ گندے تالاب میں کنول اگانے کی ضرور کوشش کریں، مگر تالاب کا پانی نہ تو مفید صحت بن سکتا ہے اور نہ پاک۔

یعنی یہاں قضیہ ایک جزیہ میں اسلام سے انحراف کا نہیں، بلکہ عملاً کلی انحراف کا ہے۔ (چند افراد یا مختصر آدمیوں کے استثنیٰ کے ساتھ۔ لہٰذا اصل زور اساسی اور کلی اصلاح و تعمیر پر دینا چاہیے۔ ہر جزیہ خود بخود درست ہوتا جائے گا۔

فکر و نظر (از جناب پروفیسر اسرار احمد سہاوری۔ ایم اے ایل ایل بی)۔

ناشر: فروغ اکادمی — ۱۰۸، پی سیٹیلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ۔ سفید کاغذ پر اچھی کتابت وطباعت۔ ۱۶۰ صفحات۔ مجلد مع سرورق۔ قیمت: ۸۰/- روپے۔

پروفیسر صاحب کی قابلیتوں کا تذکرہ کیے بغیر، مجھے یہ کہنا ہے کہ پہلے ان سے تعلق خاطر محض ہم قلمی و ہم قدمی کا تھا۔ بعد میں ایک طرف میرے لیے ان کی شفقتوں میں تیزی سے اضافہ ہوتا گیا۔ اور دوسری طرف وہ استادانہ اور مفکرانہ مقام کی بلندیوں کو طے کرتے چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ اب ان کی کتاب سے استفادہ تو خیر، اس کے تنقیدی تجزیہ کرنے کی جرأت کہاں باقی ہے۔

محض تعارف کے لیے عرض کرتا ہوں کہ یہ کتاب ان کے ۱۱ علمی و ادبی مقالات کا مجموعہ ہے۔ ۱۔ قرآن کا نظریۂ ادب ۲۔ مولانا ماہر القادری ۳۔ فلسفۂ انقلاب ۴۔ آدابِ مراسلہ نگاری ۵۔ موجودہ ادبی رجحانات ۶۔ اصغر گونڈوی خدا کے حضور